لیے وہ اسے جو کچھ بھی دے گا وہ اس کے لیے بہتر ہو گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنشد اس بات سے منع کرتا ہے کہ دوسرے کی جائیداد پر قبضہ کیا جائے۔ حقیقت میں اس کے ذریعے ہمیں بہتر طریقے سے اپنے مقدر سے اس یقین کے سات مطمئن رہنے کا سبق دیا گیا ہے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ قدرت کی طرف سے پہلے طے ہوتا ہے اور اس لیے ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے۔ اس سے دوسرا سبق ہمیں یہ ملتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کرتے رہنا چاہیئے۔ اس اپنشد کے مطابق بے عملی اور کاہلی روح کے لیے سم قاتل ہے۔ جب انسان اپنی زندگی اسی طرح عمل کرتے ہوئے گزارتا ہے تو اس کی زندگی لاثانی منزل تک پہنچنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ آخر میں اس کا متن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ وہ انسان جو سب کو خدا کے وجود کا حصہ سمجھتا ہے اور خدا کو سب کے وجود میں دیکھتا ہے اور حقیقت میں جس کے لیے سارے انسان اور ہر شے جو وجود رکھتی ہے وہ خدا کے وجود کا حصہ بن جاتی ہے وہ محبت کے کرب کا شکار نہیں ہو سکتا۔ اس انسان کے لیے دکھ کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ نفرت، محبت اور دکھ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم ہر شے میں آتما کو نہیں دیکھ سکتے یعنی خدا کو نہیں دیکھ پاتے۔ لیکن وہ انسان جو سب میں وحدت کو دیکھ سکتا ہے اور جس کے لیے ہر شئے اس خدائے واحد کا حصہ بن جاتی ہے اسے انسانیت کے عام دکھ متاثر نہیں کر سکتے۔

اپدیش دینے کا لاثانی طریقہ

اوپر پیش کیے واقعے سے قاری کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ دوسروں کو سکھانے کے لیے بابا مختلف لاثانی طریقے استعمال کرتے تھے۔ بابا تو خود شرڈی سے کہیں نہیں جاتے تھے لیکن وہ کچھ کو پھر ندر گڑھ، کچھ کو کولہا پور یا شولا پور سادھنا کے لیے بھیجتے تھے۔ کچھ کو وہ ظاہرا شکل و صورت میں ملتے تھے۔ کچھ کو وہ جاگتے یا سوتے خواب میں دن رات دکھائی دیتے اور ان کی خواہشات کو پورا کرتے۔ اپنے بھگتوں کو اپدیش دینے کے لیے وہ جو مختلف طریقے استعمال کرتے ان سب کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ جہاں تک اس مثال کا تعلق ہے انھوں نے داس گنو کو ولے پارلے بھیجا جہاں اس کا مسئلہ ایک خادمہ کے ہاتھوں حل ہوا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ داس گنو کو باہر بھیجنا ضروری نہیں تھا۔ بابا اسے خود بھی سبق سکھا سکتے تھے۔ انھیں ہمارا جواب یہ ہے کہ بابا نے بالکل ٹھیک کیا ورنہ داس گنو کو یہ سبق کیسے ملتا کہ اس غریب خادمہ کے وجود اور اس کی ساڑی کے بھیس میں بابا خود موجود تھے۔ اب ہم اس باب کو اس اپنشد کے ایک اور اقتباس کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔

ایش اپنشد کی اخلاقیات

ایش اپنشد کی اہم خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اخلاقی درس دیتا ہے اور سب سے قابلِ توجہ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس اپنشد کی ساری اخلاقیات فوق الفطری بنیاد پر کھڑی ہے جس کو اس میں پیش کیا گیا ہے۔ اپنشد کے شروع کے الفاظ ہی ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ خدا ہر شے میں موجود ہے اس سے یہ اخلاقی درس ملتا ہے کہ انسان کو ہر اس شے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے خوش رہنا چاہیے جو خدا اسے عنایت کرتا ہے اور اس بات پر مکمل یقین رکھنا چاہیے کہ چوں کہ وہ ہر شے میں موجود ہے اس

کاکا صاحب دیکشت کی نوکرانی اور نامیاتی بہن ہے وہ یہ گیت گارہی ہے۔ یہ لڑکی ایک پھٹی پرانی ساڑی میں ملبوس برتن صاف کررہی تھی۔ غربت میں بھی خوش رہنے والی اس کی اس حالت کو دیکھ کر داس گنو کو اس پر رحم آگیا۔ جب دوسرے دن راؤ بہادر ایم۔وی۔ پردھان نے گنو کو دھوتیوں کا ایک جوڑا دیا تو اس نے اس سے درخواست کی کہ وہ ایک ساڑی اس غریب لڑکی کو بھی دے دے۔ راؤ بہادر نے ایک خوبصورت چھوٹی ساڑی لاکر اسے بھی دی۔ جس طرح ایک بھوکے انسان کو کھانا ملنے پر بے انتہا خوشی ہوتی ہے اسی طرح ساڑی پاکر اس لڑکی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ دوسرے دن اس نے نئی ساڑی پہن لی اور خوشی سے ناچنے لگی۔ دوسری لڑکیوں کے ساتھ ناچتے ہوئے وہ ان سب سے بازی لے گئی۔ اگلے روز اس نے نئی ساڑی صندوق میں رکھ کر پھر پرانی پھٹی ہوئی ساڑی پہن لی لیکن اب بھی وہ پچھلے دن کی طرح ہی خوش نظر آرہی تھی۔ یہ دیکھ کر داس گنو کی رحم دل نظر تعریف میں بدل گئی۔ اس نے سوچا کہ غریب ہونے کی وجہ سے لڑکی نے نئی ساڑی کو سنبھال کے رکھ دیا ہے اور پھٹی پرانی ساڑی پہن کر بھی اس کے چہرے پر غم یا مایوسی کا کوئی تاثر نہیں ہے۔ تب اسے پتا چلا کہ خوشی یا غم یا سکھ اور دکھ ہمارے سارے احساسات ہمارے من کے رویے پر منحصر ہوتے ہیں۔ اس واقعہ پر مزید گہرائی سے غور کرنے پر اس نے محسوس کیا انسان کو ہر اس حالت میں خوش رہنا چاہیئے جس میں خدا اسے رکھے اور اس بات پر یقین رکھنا چاہیئے کہ خدا ہی سب کچھ کرتا ہے۔ اس لیے وہ انسان کو جس حالت میں بھی رکھتا ہے اسی میں اس کی بھلائی ہوتی ہے۔ اس واقعے میں لڑکی کی غربت، اس پھٹی پرانی اور نئی ساڑی، نئی ساڑی دینے والا اور اسے لینے والی یہ سب خدا ہی کے کھیل تھے اور وہ ان سب میں موجود تھا۔ اس سب میں داس گنو نے اپنشد کا صحیح مفہوم کا سبق حاصل کیا کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ پہلے سے خدا نے طے کر رکھا ہوتا ہے۔ اور اسی میں ہماری یعنی انسان کی بھلائی ہوتی ہے۔

آزادی حاصل کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ بابا نے سوچا کہ وہ جس نے خود کو پالیا ہے وہی اپنشدوں کی صحیح ترجمانی کر سکتا ہے۔ جب داس گنو کو کوئی بھی مطمئن نہ کر سکا تو اس نے سائی بابا سے مشورہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب اسے موقع ملا تو وہ شرڈی جا کر بابا سے ملا اور ان کے قدموں میں گر کر انھیں ایش اپنشد سے متعلق اپنی مشکل سے آگاہ کیا اور صحیح حل پیش کرنے کی استدعا کی۔ سائی بابا نے اسے آشیر واد دے کر کہا۔

"تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی مشکل نہیں ہے۔ کاکا صاحب دیکشت کی خادمہ واپس گھر جاتے ہوئے پارلے کے مقام پر تمہارے شکوک رفع کر دے گی۔" جو لوگ وہاں موجود تھے انھوں نے یہ سن کر سوچا کہ بابا مذاق کر رہے ہیں۔ اس لیے انھوں نے کہا۔

"اس طرح کے مشکل مسئلے کو کس طرح ایک ان پڑھ خادمہ حل کر سکتی ہے" لیکن داس گنو اس کے برعکس سوچ رہا تھا۔ اس کو پورا یقین تھا کہ بابا نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہوگا۔ بابا کے الفاظ برہم (Brahm) کے حکم کا درجہ رکھتے تھے۔

کاکا کی نوکرانی

بابا کے یہ الفاظ سن کر داس گنو شرڈی سے روانہ ہو کر ممبئی کے مضافات میں واقع ایک جگہ "ولے پارلے" میں کاکا صاحب دیکشت کے ہاں ٹھہرا۔ دوسرے دن صبح کے وقت جب داس گنو نیند کے مزے لے رہا تھا (کچھ کے مطابق وہ اس وقت عبادت میں مشغول تھا) تو اس نے ایک غریب لڑکی کو بہت ہی سریلی آواز میں ایک خوبصورت گانا گاتے ہوئے سنا۔ گانے کا موضوع تھا:- گلابی رنگ کی ساڑی۔ گانے میں ساڑی کی اچھائی اس پر کی گئی کشیدہ کاری اس کے خوبصورت کناروں اور بارڈر وغیرہ کی تعریف کی گئی تھی۔ گنو کو یہ گیت اتنا پسند آیا کہ وہ باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی جو

انھیں اپنے تصور میں لائیں۔ آپ انھیں تصور میں لا کر ان سے محظوظ ہو سکتے ہیں۔ اب ہم بابا کو تصور میں لاتے ہوئے اور ان کے بارے میں غور وخوض کرتے ہوئے اس کہانی کی طرف لوٹتے ہیں جو اس باب کا مرکزی موضوع ہے۔

ایش اپنشد

داس گنو نے ایک بار ایش اپنشد کو مراٹھی میں لکھنے کی کوشش کی۔ پہلے اس اپنشد کے بارے میں آپ کو کچھ بتادیں۔ اس کو منتر اپنشد کہتے ہیں کیوں کہ یہ ویدوں کے منتروں پر مشتمل ہے۔ یہ یجروید کے چالیسویں باب پر مشتمل ہے۔ اس لیے اس کو واجسنیسی سمہت اپنشد کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ویدک سمتہا پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کو دوسرے سبھی اپنشدوں سے برتر تصور کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں دوسرے اپنشد ایش اپنشد کی تفسیر سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً سب سے بڑے اپنشد یعنی "بر یہدار نیک اپنشد" کو پنڈت ساتویلکر ایش اپنشد کی آزاد تفسیر قرار دیتے ہیں۔ پروفیسر آر۔ ڈی رانا ڈے کہتے ہیں کہ ایشوپنشد اگرچہ بہت مختصر سا ہے لیکن اس میں بہت سے ایسے اشارے موجود ہیں جو عمیق نظر کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ اٹھارا اشعار کے محدود دائرے میں وہ آتما کے بارے میں بڑی اہم اور صوفیانہ وضاحت سمیٹ لیتا ہے۔ اس میں ایک ایسے غیر معمولی سنت کی تعریف پیش کی گئی ہے جو دنیا کی ساری خوشیوں اور غموں کے بیچ میں ثابت قدم رہتا ہے اور ان سے متاثر نہیں ہوتا۔ اس سے بعد میں کرم یوگی کا تصور ابھرا جس سے علم و عمل کے دعووں میں مفاہمت پیدا کرنے میں مدد ملی۔

ست گورو ہی وضاحت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ یہ اپنشد سارے اپنشدوں کی روح ہے۔ یہ خود کو پانے والی سائینس ہے یہ ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے زندگی اور موت کی جکڑ بندیوں کو توڑ کر

تیرھواں باب

بابا فرشتہ حفاظت

[داس گنہ کا مسئلہ جس کو کاکا صاحب دیکشت کی نوکرانی نے حل کیا۔]

ابتدائیہ

سائی شروع میں کوئی مادی وجود نہیں رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے بھگتوں کے لیے مادی ہیئت اختیار کی۔ انھوں نے اداکارہ مایا کی مدد سے اس کائینات کے بڑے ڈرامے میں اداکار کا کردار ادا کیا۔ آیئے سائی بابا کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں اپنے تصور میں لائیں آیئے ہم شرڈی چل کر وہاں دوپہر کے وقت کی آرتی کا بغور جائزہ لیں۔ جب دوپہر کی آرتی ختم ہوتی تو اس کے بعد بابا مسجد سے باہر آکر اس کے کنارے پر کھڑے ہوتے ہوئے محبت و پیار بھری نظروں سے اپنے بھگتوں میں شیرنی تقسیم کرتے۔ بھگت بھی اسی جوش و جذبے کے ساتھ انھیں دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے۔ وہ ان کے قدموں کو پکڑتے ہوئے ان کی اور دیکھتے اور اودی (راکھ) کی ہوتی ہوئی برسات سے لطف اندوز ہو جاتے۔ وہ مٹھیاں بھر بھر کے اودی بھگتوں کو دیتے اور اسی سے ان کے ماتھے پر نشان بھی لگاتے۔ ان کے لیے بابا کے دل میں بے انتہا محبت تھی۔ پھر وہ بھگتوں سے یوں مخاطب ہوتے۔ ''او بھائیو! دوپہر کا کھانے کھانے کے لیے جاؤ۔ انا تم اپنی قیام گاہ کی طرف جاؤ باپو تم اپنے کھانے کا مزہ لو'' اس طرح وہ ہر بھگت سے مخاطب ہوتے اور پھر اسے گھر روانہ کرتے۔ اب بھی آپ ان مناظر سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ